© rasailojaraid.com

مقالات

مولانا ابو عبد الرحمٰن شبیر احمد نورانی

تہذیبِ اطفال

کتاب و سنّت کی روشنی میں

اولاد کی پرورش کرنا:

۱۔ نیک اولاد انسان کے لیے دنیا میں امن و سکون کا باعث ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیے!

ارشادِ ربانی ہے:

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ» (البقرۃ: ۱۸۷)

"اب تم اپنی بیویوں سے شب باشی کیا کرو، اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اسے تلاش کرو"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ: "مَا كَتَبَ اللّٰهُ" سے مراد اولاد ہے[1]"۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اولاد کی صلاحیت والی عورتوں سے نکاح کا حکم دیا ہے:

"تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ"[2]

"زیادہ الفت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کیا کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعے سے دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت بڑھانے والا ہوں"

---

[1] تفسیر الطبری، ج ۲ ص ۹۹۔

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح، باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء۔ سنن النسائی، (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ نیک اولاد انسان کے لیے دنیا میں باعثِ امن وسکون اور مرنے کے بعد، اس کے لیے اولاد کی دُعا موجبِ اجر و ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ"۔ [1]

"جب انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین طرح کے اعمال کا اجر جاری رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے فائدہ حاصل ... (۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دُعا کرے۔"

۳۔ اگر زندگی میں اولاد کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑ جائے، تب بھی والدین کو اجر ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَتَوَفّٰى لَهُ ثَلٰثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ"۔ [2]

"جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں، ان بچوں پر شفقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو بھی جنت میں داخل فرما دے گا!"

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

کتاب النکاح، باب کراہیۃ تزویج العقیم۔ سند قابلِ اعتماد ہے۔ اسی معنیٰ کی حدیث مسند امام احمد اور ابو حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی بھی روایت موجود ہے۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات لہ ولد فاحتسب۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"أَتَتِ امْرَأَةٌ بِصَبِيٍّ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ لَهُ، فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً فَقَالَ: دَفَنْتِ ثَلَاثَةً؟ قَالَتْ: نَعَمْ! قَالَ لَهَا، لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ" لہ

"ایک عورت اپنا بچہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس بچے کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں!" آپ نے دریافت فرمایا: "تین؟" اس نے کہا: "جی ہاں!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تب تو تم نے آگ سے محفوظ باڑ (حصار) بنا لیا ہے۔"

۴۔ بچیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، اس صورت میں انسان اپنے رب کا ناشکرا اور رضا و تقدیر کا باغی محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ لڑکے اور لڑکیاں بھی، عنایت کرنے والی ایک ہی ذات (وحدہٗ لاشریک ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا إِنَّهُ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ" (الشوریٰ: ۴۹-۵۰)

"زمین و آسمان کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرے، جسے چاہے مؤنث (بچیاں) عنایت کرے، اور جسے چاہے مذکر (بچے) عنایت فرما دے، یا انہیں مذکر و مؤنث (بچے اور بچیاں) ملے جلے عطا کرے، اور جسے چاہے بانجھ بنا دے، بلاشبہ وہ (ہر چیز کو اچھی طرح) جاننے والا، قدرت رکھنے والا ہے!"

بچیوں کی آمد پر ناک منہ چڑھانا تو درحقیقت اخلاقِ جاہلیت کا مظہر ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس صورتِ حال کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

لہ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰى ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ" (النحل: ۵۸)

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔"

جبکہ اسلام نے بچیوں کی پرورش کو باعث اجر و ثواب قرار دیکر حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مومن اس بات پر کبیدہ خاطر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنۡ عَالَ جَارِيَتَيۡنِ حَتّٰى تَبۡلُغَا جَاءَ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ" [1]

"جس نے دو بچیوں کی جوان ہونے تک پرورش کی، تو میں اور وہ روزِ قیامت اس طرح آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا"

مزید ارشاد فرمایا:

"مَنِ ابۡتُلِيَ مِنۡ هٰذِهِ الۡبَنَاتِ بِشَيۡءٍ فَاَحۡسَنَ اِلَيۡهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتۡرًا مِّنَ النَّارِ" [2]

"جس آدمی کی ان بچیوں کے مسئلے میں آزمائش ہو گئی، پھر اس نے ان پر احسان کیا، تو یہ بچیاں اُن کے لیے آگ کا بچاؤ بن جائیں گی۔"

بچیوں یا بہنوں کی پرورش اور تربیت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ مبارکہ میں متعدد بشارتیں اور خوشخبریاں موجود ہیں۔ [3]

اکثر و بیشتر انبیاءؑ بچیوں ہی کے والد تھے، اسی لیے امام اہل السنۃ احمد بن حنبلؒ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات۔

[2] صحیح بخاری کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمر۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات۔

[3] مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، صحیح بخاری، کتاب الادب۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ۔ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہاں جب بچی پیدا ہوئی تو فرماتے تھے:

"انبیاءؑ، بچیوں کے باپ تھے"

اور پھر اگر ہر گھر میں صرف لڑکے ہی پیدا ہوں تو معاشرتی نظام بُری طرح متاثر ہو جائے گا، کیونکہ نسلِ انسانی کا بقاء وتحفظ مرد و عورت ہر دو کے وجود اور قانونی طریقے سے ملاپ میں مضمر ہے۔ لہٰذا جس قدر لڑکوں کی ضرورت ہے، اسی قدر لڑکیوں کی بھی ضرورت ہے۔ امورِ خانہ داری، تربیتِ اولاد اور دیگر متعدد امور صرف عورت ہی بہتر طریقے سے انجام دے سکتی ہے۔ لہٰذا بچیوں سے نفرت جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا و قدر سے بغاوت ہے، وہاں معاشرے کو بھی تباہ کرنے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جاہلیت کے ہر فتنے سے محفوظ رکھے! ——— آمین!

دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنا:

۵۔ پیدائش کے بعد بچے کے کان میں اذان کہنی چاہیے:

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

"رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ" [1]

سنن ابی داؤد، کتاب الادب۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ۔ الادب المفرد للبخاری اور مرویات ام المومنین عائشہ، انس بن مالک، ابوسعید، اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مسند الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الصبی یولد فیؤذن فی اذنہ۔ سنن الترمذی کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "شعب الایمان" للبیہقی میں مروی حدیث معاون بن سکتی ہے، لہٰذا ابی رافع والی حدیث قابلِ حجت واستدلال ہے۔ مزید تفصیل ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص ۳۳۰-۳۳۱۔ حدیث ۳۲۱ (تالیف امام الحدیث محمد ناصر الدین الالبانی۔ بارک اللہ فی حیاتہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن بن علی کے کان میں اذان[1] دیتے ہوئے دیکھا، جب وہ حضرت فاطمہ کی گود میں پہنچے۔ رضی اللہ عنہم!

۶۔ بچے کے کان میں اقامت (تکبیر) کہنے سے متعلق کوئی صحیح یا قابلِ اعتماد حدیث موجود نہیں ہے، جس کو بنیاد بنا کر یہ حکم ثابت کیا جا سکے۔

امام ابنِ قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فلسفہ اذان بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"جب بچہ لاشعوری میں سب سے پہلے توحید، رسالت اور نماز کی بات سنتا ہے، تو یہ گویا اسی طرح کی تلقین ہو جاتی ہے جس طرح دنیا سے الوداع ہونے والے کو تلقین کی جاتی ہے۔ ان کلمات سے انسان کے دل پر بھی اچھا اثر مترتب ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ الفاظِ اذان سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور اس طرح بچے کی حفاظت کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔"

---

[1] اس مسئلے سے متعلق دو حدیثیں موجود ہیں جن کو امام ابنِ قیم رحمہ اللہ نے نقل کر کے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان دونوں کا حکم اس طرح ہے:

پہلی حدیث:

" مَنْ وُّلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِهِ الْيُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِهِ الْيُسْرٰی لَمْ تَضُرَّهٗ اُمُّ الصِّبْيَانِ "

"جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، پھر اس نے اس بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی تو اسے "ام الصبیان" (کی بیماری) نقصان نہیں دیتی۔"

اس حدیث کو ابن السنی نے ص ۲۰۰ پر روایت کیا ہے، لیکن یحییٰ بن العلاء اور مروان بن سالم کی وجہ سے حدیث موضوع قرار پاتی ہے، لہٰذا کسی لحاظ سے بھی استدلال جائز نہیں۔

دوسری حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

" اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ يَوْمَ وُلِدَ وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِهِ الْيُسْرٰی "

(بقیہ حاشیہ ص ۳۰ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گھٹی دینا:

۷- ہر پیدا ہونے والے کو کسی میٹھی چیز سے گھٹی دینی چاہیے، اور اگر کوئی صاحب علم و تقوای گھٹی دے کر دعا بھی کر دے تو بہت بہتر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ" [1]

میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، میں اسے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے اس کا نام ابراہیم تجویز فرمایا اور کھجور کی گھٹی دی"

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى" [2]

"اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے حق میں دعا فرما کر مجھے دے دیا اور یہ حضرت ابوموسیٰؓ کا سب سے بڑا لڑکا تھا"

حضرت انسؓ، حضرت ابوطلحہ (رضی اللہ عنہما) کے بچے کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: احْمِلْهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ وَبَعَثَ بِهِ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ؟"

"جس روز حضرت حسنؓ بن علیؓ پیدا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی"

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث بھی اس قدر ضعیف ہے کہ استدلال کے قابل نہیں، البتہ معاون ضرور بن سکتی ہے، تب ہی تو ہم نے اسے "ابورافعؓ" والی حدیث کے لیے معاون قرار دیا ہے۔ لہٰذا اقامت کہنا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

[1] صحیح بخاری، کتاب العقیقہ، باب تسمیۃ المولود ..... الخ صحیح مسلم کتاب الآداب، باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ ..... الخ

[2] صحیح بخاری کتاب العقیقہ باب تسمیۃ المولود ..... الخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ " ؎۱

"حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا، "اسے اٹھا لو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔" اور اس کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی کر دیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے لیا اور دریافت فرمایا، "کیا ساتھ بھی کچھ ہے؟" عرض کی، "جی ہاں، کچھ کھجوریں ہیں" آپؐ نے لے کر انہیں چبایا اور اپنے دہن مبارک سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور عبداللہ نام رکھا۔"

نوٹ: اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نومولود کو کھجور سے گھٹی دینی چاہیے اور اگر کھجور دستیاب نہ ہو تو پھر جو بھی میٹھی چیز مل جائے، گھٹی دینے والا اسے خوب چبائے، حتیٰ کہ وہ اس قابل ہو جائے کہ نومولود نگل سکے۔ گھٹی دینے والا کوئی نیک آدمی ہو اور اگر نیک آدمی وہاں موجود نہ ہو تو بچہ اس کے پاس لے جایا جائے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ نیز اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کو پیدائش کے فوراً بعد گھر سے باہر نکالا جا سکتا ہے، اور جو لوگ چالیس روز تک گھر سے نکالنے سے منع کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا نہ کرتے۔ اور اگر لاعلمی کی بناء پر ایسا کر بیٹھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور راہنمائی فرماتے۔ جبکہ کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو معینہ دنوں تک گھر سے نکالنے سے منع فرمایا ہو۔

(مترجم غفر اللہ لہ ولوالدیہ وبارک فی حیاتہما بالخیر والایمان)

(جاری ہے)

؎۱ صحیح بخاری، کتاب الجنائز۔ باب من لم یظہر حزنہ عند المصیبۃ۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ۔

© rasailojaraid.com